بہ ہر اعتبار بے جواز تسلط کا ہے۔ قومی زبان کو اس کا جائز آئینی حق دلانے کے لیے، چودھری احمد خاں صاحب نے، ڈاکٹر سید اسعد گیلانی مرحوم کی اعانت و رفاقت میں اور جناب ارشاد احمد قریشی ایڈووکیٹ کی رہنمائی میں اپنا بہت سا قیمتی وقت صرف کر کے کئی ماہ کی محنت شاقہ کے بعد ۳۸۵ صفحات پر مشتمل آئینی درخواست تیار کی اور اکتوبر ۱۹۸۸ میں اسے سپریم کورٹ میں داخل کیا۔ مذکورہ آئینی درخواست کے عدالتی سانچے کو بدل کر، حذف و اضافوں اور بعض ترامیم کے بعد، اسے زیر نظر کتاب کا باب اول بنا دیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں اردو زبان سے متعلق علمی، تعلیمی اور لسانی معلومات اور مباحث شامل ہیں، مثلاً غیر ممالک میں اردو، اردو میں اصطلاحات، پہلی جماعت سے لازمی انگریزی تدریس، اردو یونی ورسٹی، علامہ اقبال اور انگریزی تعلیم، مقتدرہ قومی زبان اور اس کی مطبوعات، اردو زبان اور ہمارے تعلیمی کمیشن، قومی اسمبلی میں اردو بل، افواج پاکستان اور اردو، اردو سرکاری زبان بنوانے کے لیے ہم کیا کریں؟ وغیرہ۔

یہ کتاب اپنے موضوع پر بیش قیمت معلومات کا ایک خزینہ ہے۔ یوں سمجھیے اردو زبان، خصوصاً نفاذ اردو سے متعلق جملہ امور کا ایک دائرہ معارف (انسائیکلوپیڈیا) ہے۔

اس کتاب سے بہت سی دلچسپ باتیں سامنے آتی ہیں، مثلاً مقتدرہ قومی زبان کے ایک جائزے (۱۹۸۸) کے مطابق گریڈ ۲۰ سے اوپر والے سرکاری افسروں میں سے کسی کا بیٹا یا بیٹی اردو میڈیم سکول میں نہیں پڑھتے۔ گریڈ ۲۱ سے اوپر والے افسران کی بیگمات نے ذریعہ تعلیم کے بارے میں کہا: یہ ہمارا مسئلہ نہیں ہے ہماری اولاد تو امریکہ، برطانیہ اور دوسرے ممالک میں پڑھ کر برسر روزگار ہو چکی ہے (ص ۳۰۸)۔ ہماری ذہنی غلامی (اور اس کے نتیجے میں شدید احساس کمتری کے مقابلے میں) زندہ قومیں، اپنی شناخت کو برقرار رکھنے کا اہتمام کرتی ہیں، مثلاً فرانس میں، ایسے انگریزی الفاظ کے استعمال پر قانوناً پابندی ہے جن کے متبادل فرانسیسی موزوں الفاظ موجود ہیں۔ خلاف ورزی پر ساڑھے تین ہزار ڈالر جرمانے کی سزا ہے۔ پابندی لگنے والے الفاظ میں روز مرہ بول چال کے "برگر" "کوکا کولا" اور "فاسٹ فوڈ" جیسے الفاظ بھی شامل ہیں۔ فرانس کے وزیر قانون نے وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ اس قانون کا مقصد فرانس کی ثقافت اور زبان کو غیر ملکی یلغار سے بچانا ہے (ص ۳۰۹)۔ حال ہی میں خبر آئی ہے کہ ایران نے بھی اپنے ہاں ایسا ہی ضابطہ بنا لیا ہے۔ اب ستم ظریفی ملاحظہ کیجیے کہ ایک نوجوان چین سے اردو سیکھنے پاکستان آیا۔ ایک سال بعد وطن لوٹتے ہوئے اس نے کہا کہ میں نے پاکستان میں رہ کر اردو کے مقابلے میں انگریزی زیادہ سیکھی ہے۔ کیوں کہ پاکستانی مجھ سے زیادہ تر انگریزی میں گفتگو کرتے تھے۔ اس طرح میری انگریزی بول چال بہت رواں ہو گئی ہے (ص ۳۱۱)۔

چودھری احمد خاں صاحب کی مادری زبان پنجابی ہے مگر وہ قومی زبان کے نفاذ کے لیے اپنے محدود وسائل کے ساتھ اور بایں پیرانہ سالی تن من دھن سے کوشاں ہیں۔ یہ کتاب بھی انھوں نے خود شائع کی ہے۔ ان کی یہ سب کاوش و خدمت قابل داد و تحسین ہے اور ایک لحاظ سے نفاذ اردو کے لیے مولوی عبدالحق اور

ڈاکٹر سید عبداللہ کی جدوجہد کو آگے بڑھانے کی ایک کڑی ہے۔ وہ سید صاحب کی نفاذ اردو تحریکوں میں بھی شامل رہے ہیں۔ ایک جگہ بتایا ہے کہ انھوں نے قومی اسمبلی سے اردو بل پاس کرانے کے سلسلے میں اس وقت کے وزیراعظم نواز شریف کو کئی خط ارسال کیے مگر کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ اس پر انھوں نے لکھا: "قائداعظم آپ سے زیادہ مصروفیات کے باوجود ہر کسی کو خط کا جواب فوری طور پر دیا کرتے تھے"۔ (ص ۳۹۳)۔

چودھری احمد خاں صاحب نے زیر نظر کتاب کی صورت میں ایک وقیع اور جامع دستاویز مرتب کی ہے، جو قومی زبان اردو اور پاکستان میں اس کے نفاذ کے سلسلے میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ (ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی)

اقبالیات نذیر نیازی، عبداللہ شاہ ہاشمی ۔ ناشر: اقبال اکادمی پاکستان، ایوان اقبال، لاہور۔ صفحات: ۳۲۳۔ قیمت: ۳۰۰ روپے۔

سید نذیر نیازی، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے طالب علم اور بعدازاں وہاں معلم رہے--- ان کی زندگی کا باقی عرصہ بھی معلمی اور تصنیف و تالیف میں گزرا۔ وہ علامہ اقبالؒ کے قریبی دوست اور رفیق تھے جنھیں بیس برس تک اقبال کی خدمت میں حاضری اور ان کے افکار سے خوشہ چینی کا موقع ملا۔ اقبال کے معروف اور اوق انگریزی خطبات کا اردو ترجمہ نیازی مرحوم ہی کی کاوش تھی (تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، بزم اقبال، لاہور، ۱۹۵۸ ومابعد)۔

عبداللہ شاہ صاحب نے اقبال پر ان کے بیس سوانحی اور توضیحی و تنقیدی مضامین کو تلاش و جمع کر کے مرتب کیا ہے۔ پہلے حصے کے سوانحی مضامین سے اقبال کی شخصیت کے بعض دلچسپ پہلو سامنے آتے ہیں۔ ایک جگہ نیازی صاحب لکھتے ہیں: "انھیں دیکھ کر یہ خیال نہ ہوتا تھا کہ وہ بڑے آدمی ہیں یا بڑے فلسفی یا بڑے شاعر یا بڑے سیاست دان ہیں یا بڑے مومن ہیں حالانکہ وہ سب کچھ تھے اور بہت عظیم تھے۔ وہ بہت بڑے مسلمان تھے اور تکلف و تصنع سے پاک ایسے بے ریا انسان تھے جن کا دل صرف عالم اسلام کے لیے ہی نہیں، رحمت اللعالمینؐ کے اتباع میں بنی نوع آدم کے لیے دھڑکتا تھا۔ میں نے مولانا محمد علی جوہرؒ اور علامہ اقبالؒ کی شخصیتوں کو ایک دوسرے کے بہت قریب پایا۔ ان کی قوت ایمانی، جذبہ جہاد اور فکر متین۔ ہمہ وقت علامہ اقبالؒ کا ذہن اسلام اور مسلمانوں پر مرکوز رہتا تھا۔ اسلام عین حیات ہے۔ دنیا کو شر و فساد، شقاوت اور بدبختی سے نجات حاصل کرنے کے لیے اسلام کی کس قدر ضرورت ہے اور اس کے لیے اسلام کی دعوت، اس کے معنی و مقصود، تعلیمات اور تشریحات کی عملاً ترجمانی، تشریح اور توضیح کی کس قدر ضرورت ہے؟ حضرت علامہ رہ رہ کر اسلام اور مسلمانوں کا ذکر چھیڑتے، رہ رہ کر کسی خیال میں ڈوب جاتے ---